# اعجازِ قرآن

سیف اللہ اصغر

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت جاریہ رہی ہے کہ وہ انبیاء اور رسولوں کی تائید کے لیے اور منکرین کو عاجز کرنے کے لیے معجزات اور واضح دلائل دیتا رہا ہے، تاکہ مخاطبین ان کی نبوت کو تسلیم کرلیں اور انھیں اس کے فرستادے مان لیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس بھیجتے وقت ید بیضاء (ہاتھ چمکنا) اور لاٹھی کے سانپ بن جانے کا معجزہ عطا کیا گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ یہ تھا کہ وہ مردوں کو زندہ کردیتے، کوڑھیوں اور برص زدہ لوگوں کو ٹھیک کردیتے اور مستقبل اور غیب کی باتیں بتادیتے تھے۔

اسی طرح خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کو زمانہ اور مخاطبین کی رعایت سے قرآن مجید کی شکل میں معجزہ عطا کیا گیا، تاکہ وہ آپؐ کی رسالت کی دلیل ہو۔ اور اسے اللہ کا کلام تسلیم کیا جائے۔

## اعجاز کیا ہے

لفظ ''اعجاز'' سہ حرفی مادہ ''عجز'' سے مشتق ہے۔ اس کے معنی ہیں عاجز و بے بس کرنا۔ اسی سے لفظ معجزہ نکلا ہے۔ معجزہ کو معجزہ اس لیے کہتے ہیں کہ انسان اس کے جیسا لانے یا کرنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ کیوں کہ یہ ایک خارق عادت ہوتا ہے اور معروف اسباب سے ہٹ کر وجود میں آتا ہے۔ اعجاز قرآن کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن مجید ایک ایسا کلام ہے جس کی مثال پیش کرنے سے تمام انسان عاجز و قاصر ہیں۔ اس سے یہ غلط فہمی نہ ہو کہ اعجاز ہی مقصد قرآن ہے، بلکہ یہ اس کے لوازم میں ہے۔ عصر حاضر کے مشہور عالم شیخ

محمد علی الصابونی لکھتے ہیں:

| | |
|---|---|
| انما الغرض اظهار ان الكتاب حق وأن الرسول الذی جاء به رسول صادق[1] | اعجاز قرآن کا مقصد صرف اس بات کا اظہار ہے کہ قرآن مجید حق ہے اور جو رسول اسے لے کر آیا ہے وہ سچا رسول ہے۔ |

تیسری صدی ہجری سے اعجاز قرآن پر لکھنے کا آغاز ہوا۔ اس کے نتیجہ میں اس موضوع پر بہت سی کتابیں منظر عام پر آئیں۔ اس موضوع کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر مصنف نے یہ اظہار خیال کیا ہے کہ اسے اپنے پیش رو مصنفین کی تصنیفات میں کوئی چیز اہم اور قابل توجہ نظر نہ آئی۔ اور ہر صاحب قلم نے اپنی تصنیف کو حرف آخر سمجھا ہے اور بعد والوں کے لیے اس کا مطالعہ ضروری خیال کیا ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد بالکل سچا ہے (وفوق كل ذی علم عليم) اس موضوع پر تفصیل کے طالب ڈاکٹر عائشہ بنت الشاطی کی اہم تالیف "الاعجاز البیانی للقرآن الکریم" کے ابتدائی اوراق کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

## وجوہ

جن باتوں سے قرآن مجید کا اعجاز ظاہر ہوتا ہے ان کو اقسام اعجاز یا دلائل اعجاز یا وجوہ اعجاز کہتے ہیں۔ علماء اسلام نے اقسام اعجاز پر قابل قدر مواد فراہم کیا ہے۔ لیکن وہ ان کے بارے میں مختلف الرائے ہیں۔ ڈاکٹر محمد میاں صدیقی نے وجوہ اعجاز کے ضمن میں مشہور علماء کی آراء کو جمع کر کے ان کا خلاصہ بیان کر دیا ہے۔[2] بعض اہل علم نے اقسام اعجاز کی تعداد متعین کر دی ہے۔ لیکن یہ نا قابل انکار حقیقت ہے کہ وجوہ اعجاز محدود نہیں ہیں۔ اس کی تائید ڈاکٹر بنت الشاطی کے مقدمہ کی ابتدائی عبارت سے ہوتی ہے۔ انھوں نے لکھا ہے: "قرآن کے اعجاز کا ایک پہلو یہ ہے کہ وہ نسلوں کے سامنے رہے۔ یکے بعد دیگرے مختلف نسلیں گزر جائیں۔ پھر بھی اس کا میدان وسیع اور اس کا سرچشمہ کشادہ رہے۔ جب بھی کوئی نسل یہ سمجھے کہ وہ اس کی انتہا تک پہنچ گئی ہے تو اس کا افق ہر طالع آزما کی پہنچ سے

پرے اور بحث و تحقیق کرنے والوں کی مقدرت سے بلند ہو جائے''۔۳ یہی بات ڈاکٹر حسن الدینؒ نے بھی اپنی کتاب ''احسن البیان فی علوم القرآن'' میں لکھی ہے: ''یہ بھی قرآن مجید کا اعجاز ہے کہ قرآن مجید کے وجوہ غیر محدود ہیں۔ وہ ایک یا چند وجوہ کی بناء پر معجزہ نہیں۔ ان تمام باتوں کا احاطہ کرنے سے بھی عقل انسانی عاجز ہے، جن سے قرآن مجید کے اعجاز کا اظہار ہوتا ہے۔۴

اب مختصراً ان چند اہم وجوہ کو بیان کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ جن کی بنا پر قرآن مجید کو معجزہ قرار دیا جاتا ہے۔

## ۱-قرآن کا نظم

قرآن کا نظم اس کے اعجاز میں سے ہے۔ اصطلاحاً اس سے مراد وہ علم ہے جو قرآن حکیم کی آیات اور سورتوں کی ترتیب میں نظم اور ان میں باہمی ربط و تعلق کی نوعیت اور حکمت سے بحث کرے۔۵ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی تمام آیات جدا جدا ہیں اور ان کے درمیان کوئی ربط نہیں ہے۔ اسی وجہ سے نظم قرآن کے بارے میں مفسرین کے تین گروہ ہو گئے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ قرآن مجید ایک غیر مربوط اور منتشر کلام ہے اس قول کے قائلین میں شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام (م ۶۶۰ھ/۱۲۶۲ء) اور علامہ شوکانی (م ۱۲۰۵ھ/۱۸۳۴ء) ہیں۔ علامہ شوکانی اپنی تفسیر فتح القدیر میں لکھتے ہیں:

| | |
|---|---|
| اعلم ان کثیرا من المفسرین جاء وا بعلم متکلف، وخاضوا فی بحر لم یکلفو سباحته، واستغرقوا اوقاتھم فی فن لایعود علیھم بفائدة، بل اوقعوا انفسھم فی التکلم بمحض الرأی المنھی عنه فی الامور المتعلقة بکتاب الله سبحانه | یہ بات مان لو کہ بیش تر مفسرین نے تفسیر قرآن کے سلسلے میں ایک پر تکلف فن کی ایجاد کی ہے، ایک ایسے سمندر میں غواصی کی ہے۔ جس میں تیراکی مشکل ہے اور اپنے قیمتی اوقات ایک ایسے فن میں ضائع کیے ہیں جس کا کوئی فائدہ نہیں اور اپنے آپ کو ان امور میں لگایا جن پر گفتگو کرنے |

**وذلک انھم ارادوا ان یذکروا المناسبۃ بین الآیات القرآنیۃ المسدودۃ علی ھذا الترتیب الموجود فی المصاحف فجاؤا بتکلفات وتعسفات یتبرأ منھا الانصاف۔** ۶

کی ممانعت آئی ہے۔ یعنی انھوں نے قرآن کریم کی موجودہ آیتوں اور سورتوں میں مناسبت اور ربط بیان کرنے کی کوشش کی ہے جو تمام تر تکلفات پر مبنی ہے اور قرآن مجید کے ساتھ ناانصافی ہے۔

دوسرے گروہ کے نزدیک قرآن مجید ایک منظّم اور مربوط کلام ہے۔ اس کی موجودہ ترتیب اپنے اندر نہایت حکیمانہ مناسبت اور قابل قدر موزونیت رکھتی ہے۔ اس نقطہ نظر کے حامیوں میں علامہ ابوبکر نیشاپوری (م۳۲۴ھ)، قاضی ابوبکر بن عربی (م۵۴۳ھ)، امام فخر الدین رازی (م۶۰۶ھ) اور علامہ علی بن احمد بن ابراہیم المھایمی (۸۳۵ھ) وغیرہ ہیں۔

علامہ مخدوم مہائمی اپنی تفسیر "**تبصیر الرحمن و تیسیر المنان**" کے مقدمہ میں نظم پر گفتگو کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

**فھذہ خیرات حسان من نکت نظم القرآن لم یطمث اکثرھن انس قبلی ولا جان۔** ۷

یہ مذکورہ بالا نوادر نظم قرآن کی وجہ سے ہیں جن کو مجھ سے پہلے کسی جن وانس نے اخذ نہیں کیا تھا۔

امام فخر الدین رازی ان مفسرین میں سے ہیں جنھوں نے اس طرف خاص توجہ کی ہے اور اپنی تفسیر میں نظم قرآن کا سب سے زیادہ اہتمام کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"قرآن مجید کے اکثر نکات اس کی ترتیب اور روابط میں مضمر ہیں۔
حکمت قرآن کا اصلی خزانہ اس کے نظم و ترتیب میں چھپا ہوا ہے"۔ ۸

امام رازی نے قرآن کی سورتوں اور آیات کے درمیان پائے جانے والے ربط کی توضیح بڑے شدومد کے ساتھ کی ہے۔ ان کے نزدیک ربط کا انکار کرنا قرآن مجید کے اعجاز کا انکار ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ قرآنی حکمت کا بڑا حصہ ترتیب و نظم کے اندر پوشیدہ ہے۔ ۹

تیسرے گروہ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیتوں اوران کی سورتوں میں نہ صرف یہ کہ مناسبت پائی جاتی ہے بلکہ اس کی آیتیں اور سورتیں ایک ایسے جامع اور وسیع نظام کے تحت واقع ہیں۔ جس نے اس کی ہر سورہ کو ایک حکیمانہ خطبہ بنادیا ہے اور اس طرح پورا قرآن مجید شروع سے آخر تک سورہ اور آیت دونوں کے لحاظ سے ایک مرتب، مربوط اور منظّم کلام ہے۔ اور اس کی تمام سورتیں اور سورتوں کی تمام آیتیں باہم دگر اس طرح پیوست ہیں کہ اگر اس میں سے کسی سورہ کو یا کسی آیت کو نکال دیا جائے یا کسی سورہ کی کسی آیت کو مقدم یا موخر کردیا جائے تو اس کا سارا نظام درہم برہم ہوجائے گا۔ نظم کا یہ تصور موجودہ دور کے عظیم مفسر اور ترجمان القرآن علامہ حمید الدین فراہیؒ (۱۸۶۳-۱۹۳۰ء) نے بڑے مدلل انداز میں پیش کیا ہے۔[۱۰]

## ۲- قرآن کا ادب

قرآن کریم کے اعجاز کا ایک پہلو اس کے ادب میں پوشیدہ ہے۔ اس کا دب اور بلاغت ہی ہے جس کے سامنے فصحائے عرب نے گھٹنے ٹیک دیے تھے اور اپنے عجز و درماندگی کا اعتراف کرلیا تھا اس پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے لکھا ہے:

> ''پوری کتاب میں ایک لفظ اور ایک جملہ بھی معیار سے گرا ہوا نہیں ہے۔ جس مضمون کو بھی ادا کیا ہے موزوں ترین الفاظ اور مناسب ترین انداز بیان میں کیا گیا ہے۔ ایک ہی مضمون بار بار بیان ہوا ہے اور ہر مرتبہ پیرایہ بیان نیا ہے۔ جس سے تکرار کی بدنمائی کہیں نہیں ہوتی۔ اول سے لے آخر تک ساری کتاب میں الفاظ کی نشست ایسی ہے جیسے نگینے تراش کر جوڑے گئے ہوں۔ کلام اتنا موثر ہے کہ کوئی زبان داں آدمی اسے سن کر سر دھنے بغیر نہیں رہ سکتا۔ حتی کہ منکر اور مخالف کی روح بھی وجد کرنے لگتی ہے۔ ۱۴ سو برس گزرنے کے بعد بھی آج تک یہ کتاب اپنی زبان

کے ادب کا سب سے اعلیٰ نمونہ ہے۔ جس کے برابر تو درکنار، جس کے قریب بھی اس زبان کی کوئی کتاب اپنی ادبی قدر و قیمت میں نہیں پہنچتی۔ یہی نہیں بلکہ یہ کتاب عربی زبان کو اُس طرح پکڑ کر بیٹھ گئی ہے کہ ۱۴ صدیاں گزر جانے پر بھی اس زبان کا معیار فصاحت وہی ہے جو اس کتاب نے قائم کردیا تھا۔ حالانکہ اتنی مدت میں زبانیں بدل کر کچھ سے کچھ ہوجاتی ہیں۔ دنیا کی کوئی زبان ایسی نہیں ہے، جو اتنی طویل مدت تک املاء، انشاء، محاورے، قواعد زبان اور استعمال الفاظ میں ایک ہی شان پر باقی رہ گئی ہو، لیکن یہ صرف قرآن کی طاقت ہے، جس نے عربی زبان کو اپنے مقام سے ہلنے نہ دیا اس کا ایک لفظ بھی آج تک متروک نہیں ہوا ہے۔ اس کا ہر محاورہ آج تک عربی ادب میں مستعمل ہے۔ اس کا ادب آج بھی عربی کا معیاری ادب ہے۔ اور تحریر و تقریر میں آج فصیح زبان وہی مانی جاتی ہے جو ۱۴ سو سال پہلے قرآن میں استعمال ہوئی تھی۔

کیا دنیا کی کسی زبان میں کوئی انسانی تصنیف اس شان کی ہے۔''[۱۱]

## ۱۔ قرآن کی تعلیمات، اقدار اور احکام

قرآن کا اعجاز اس کی تعلیمات، ہدایات، احکام اور مواعظ و حکم میں بھی ہیں۔ خطابی اس وجہ اعجاز کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جان لو کہ قرآن کا اعجاز اس طور پر ہے کہ وہ فصیح الفاظ، حسین نظم و تالیف اور خوبصورت معانی کا حامل ہے۔ ان میں توحید، تنزیہ، اطاعت الٰہی کی دعوت، عبادات کے طریقوں کا بیان، حلال و حرام، نہی، اباحت، وعظ، درستگی، معروف کا حکم، منکر سے نہی۔ اچھے اخلاق کی طرف رہنمائی، برے اخلاق سے مخالفت اور دوسرے معانی ہیں۔ ان میں ہر چیز اپنی متعین جگہ پر جس سے بہتر جگہ اور کوئی نہیں ہوسکتی اور یہ معلوم و متعین ہے کہ اس قسم

کے امور کو خوبصورت نظم و ترتیب کے ساتھ بیان کرنا اور متفرق چیزوں کو یکجا کرنا انسانوں کی طاقت سے باہر ہے اور ان کی قدرت سے پرے ہے۔ اسی لیے مخلوق اس جیسا کلام پیش نہ کر سکی۔'' ۱۲

علامہ شبلی نعمانیؒ رقم طراز ہیں:

''قرآن مجید میں صاف مذکور ہے کہ وہ ہدایت کے لحاظ سے معجزہ ہے، یعنی اس وصف میں (بجز کتب آسمانی کے) کوئی کتاب اس کی نظیر نہیں بن سکی۔

| | |
|---|---|
| قُلْ فَأْتُوا بِكِتَابٍ مِّنْ عِندِ اللَّهِ هُوَ أَهْدَىٰ مِنْهُمَا أَتَّبِعْهُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ۔ (قصص/۴۹) | کہہ دو اے محمد! کہ خدا کے یہاں سے کوئی کتاب ان دونوں کتابوں (قرآن و توریت) سے بڑھ کر ہدایت کرنے والی لا دو تو میں اس کا پیرو بنتا ہوں۔ اگر تم سچے ہو۔ ۱۳ |

## قرآن کے الفاظ

قرآن مجید میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے جسے ہٹا کر اس کی جگہ کوئی دوسرا لفظ لایا جائے۔ ہر لفظ گویا ایک نگینہ ہے، جس کو اس کی جگہ سے نہ ہٹایا جا سکتا ہے اور نہ بدلا جا سکتا ہے۔ اور اس کا ایک لفظ بھی ادبی معیار سے گرا ہوا نہیں ہے۔ مثلاً الرویا اور الحلم دونوں کے معنی خواب کے ہیں، قسم کھانے کے لیے الحلف اور القسم بھی آتا ہے اور النعمۃ اور النعیم نعمت کے معنی میں ہیں۔ کیا ان مترادف الفاظ کو ایا دوسرے کی جگہ استعمال کیا جا سکتا ہے؟ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ معانی میں بہت فرق ہے۔ الرویا سچے خواب کے معنی میں آتا ہے اور الحلم عموما خواب پریشاں اور ڈراونے خواب کے لیے آتا ہے، الحلف کا استعمال جھوٹی قسم کے لیے اور القسم کا استعمال سچی قسم کے لیے ہوا ہے اسی طرح النعمۃ اور النعیم میں بھی فرق ہے۔ النعمۃ کا استعمال عموماً دنیاوی نعمتوں کے لیے ہوتا ہے اور النعیم آخرت کی نعمتوں کے ساتھ خاص ہے۔ مذکورہ بالا مترادف الفاظ کے درمیان معانی کا جو فرق ہے قرآن مجید کے استقراء سے بہ خوبی اس کی وضاحت ہو جاتی ہے۔

## ۵- قرآن کا اسلوب

قرآن کا اسلوب ایک منفرد اسلوب ہے۔ اور اس کے اعجاز کا سب سے زیادہ روشن مظاہر اس کے اسلوب میں ہوتا ہے۔ مصطفیٰ صادق رافعی نے اعجاز قرآن کے مختلف پہلوؤں پر بحث کرتے ہوئے ''اسلوب القرآن'' کے عنوان سے ایک طویل باب تحریر کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

هذا الاسلوب فانما هو مادة الاعجاز العربى فى كلام العرب كله ليس من ذلك شئ الا وهو معجز وليس من هذا شئ يمكن ان يكون معجزا وهو الذى قطع العرب دون المعارضة۔[۱۴]

قرآن کا اسلوب ہی وہ اہم ترین پہلو ہے جو قرآن کے اعجاز کی اصل ہے نیز عربوں کے معارضہ قرآن میں ناکام ہونے کی سب سے بڑی وجہ اسلوب ہی ہے۔

ان کے اس باب کا خلاصہ محمد حبیب الرحمٰن نے کیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اسے نقل کردیا جائے۔

''وہ تمام چیزیں جن کی طرف قرآن مجید میں تحدی واقع ہوئی ہے۔ وہ کسی نہ کسی طرح ان کے اندر موجود تھی لیکن اسلوب و انداز میں وہ بالکل بے بس تھے۔ اس ضمن میں اہل بیان کی کاوشوں میں حالات کے اختلاف اور اس کے اثرات کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن کی زبان و بیان کے اعلیٰ ترین درجہ پر فائز ہونے کو ثابت کیا ہے اور لکھا ہے کہ انسان اپنے تمام احساسات کو ذہن میں جمع رکھنے کے باوجود کما حقہ ان کی تعبیر سے قاصر ہے کیوں کہ انسانی بیان و تعبیر کا تقاضا یہی ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ قرآن کا قلیل حصہ ہو یا کثیر اپنے اندر صفت اعجاز بدرجہ اتم رکھتا ہے۔ اسلوب قرآن کے سلسلہ میں صفت بیان کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں

کہ انسانی کلام کی اثر آفرینی اور تاثر انگیزی تمام تر صنعتوں کے استعمال پر منحصر ہے۔ جب کہ اسلوب قرآن میں ایسی پختگی ہے کہ اختلاف زمانہ اور مرور ایام اس کو متاثر کرنے سے قاصر ہیں اور بدلتے ہوئے آرا و رجحانات سے اس کا کوئی تصادم نہیں۔ قرآن کا اسلوب ہمیشہ اپنے معیار پر قائم و دائم ہے اور ہر درجہ کے فہم رکھنے والوں کے لیے غذا فراہم کرتا ہے۔" [۱۵]

## قرآن کی پیشین گوئی

قرآن مجید نے جس چیز یا شخص کے بارے میں جو بات کہی وہ حرف بہ حرف سچی ثابت ہوئی ۔ یہ بھی قرآن مجید کا ایک اعجاز ہے۔ مثلاً یہی دعوی کہ مخالفین قرآن کی مثال لانے میں کبھی بھی کامیاب نہ ہوں گے۔ جنگ بدر کے بارے میں کفار کی شکست کی پیشین گوئی، رومیوں کو غلبہ اور مسلمانوں کو مشرکین پر فتح یاب ہونے کی پیشین گوئی۔

یہ قرآن مجید کے چند اعجازی نکات ہیں۔ ان پر غور کرنے سے پتا چلتا ہے کہ واقعی قرآن مجید رسول اللہ ﷺ کو عطا کیا گیا ایک کھلا معجزہ ہے۔ ان کے علاوہ قرآن مجید تاریخی ، سائنسی ،فکری ،لسانی اور معاشرتی حقائق کے ان گنت معجزات سے لبریز کتاب ہے۔

## حواشی و مراجع

۱ محمد علی الصابونی، التبیان فی علوم القرآن، بیروت، ۱۹۸۵ء، ص ۹۳

۲ ڈاکٹر محمد میاں صدیقی، علوم القرآن، پروگریسیو بکس ۴۰ بی ، اردو بازار، لاہور، ۱۹۹۷ء، ص ۶۳-۷۳

۳ ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمٰن بنت الشاطی، الاعجاز البیانی للقرآن الکریم ،اردو ترجمہ: قرآن کریم کا اعجاز بیان (از: محمد رضی الاسلام ندوی)، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی-۶، ۱۹۹۱ء، ص ۱۷

۴ ڈاکٹر حسن الدین احمد، احسن البیان فی علوم القرآن، اولیس گرافکس، نارائن گوڑہ حیدرآباد، ۹۶-۱۹۸۹ء، ص۱۳۳

۵ علوم القرآن، محولہ بالا، ص ۸۷

۶ الامام الشوکانی، فتح القدیر، جلد اول، بیروت، ۱۹۸۳ء، ص ۷۲

۷ العلامہ علی بن احمد بن ابراہیم المہایمی، تبصیر الرحمن و تیسیر المنان، بیروت، ۱۹۸۳ء، جلد اول، ص ۳

۸ فخر الدین رازی، تفسیر کبیر، مصر، الجزء الثانی، ص ۵۹۴

۹ احسن البیان فی علوم القرآن، ص ۱۴۳-۱۴۴

۱۰ مولانا فراہی کے تصور نظم قرآن کے لیے ملاحظہ کیجیے: "دلائل النظام" جو اس موضوع پر نہایت اہم کتاب شمار ہوتی ہے۔

۱۱ سید ابوالاعلیٰ مودودی، ''اعجاز القرآن''، سیارہ ڈائجسٹ (لاہور)، قرآن نمبر، جلد اول، ص ۲۷۹-۲۸۰

۱۲ قرآن کریم کا اعجاز بیان، محولہ بالا، ص ۱۰۹

۱۳ شبلی نعمانی، مقالات شبلی، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۵۴ء، ۱/۳۶

۱۴ مصطفیٰ صادق الرافعی، اعجاز القرآن والبلاغۃ النبویۃ، بیروت، ۱۹۷۳ء، ص ۱۸۸

۱۵ محمد حبیب الرحمٰن، مصطفیٰ صادق الرافعی کی کتاب اعجاز القرآن کا تجزیاتی مطالعہ، ششماہی علوم القرآن، ۱/۱۰-۲، جنوری-دسمبر ۱۹۹۵ء، ص ۹۱۔